معرفت اور پاک تبدیلی پیدا کرنے کے حوالے سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات ونصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 فروری 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (آل عمران:186)

پھر فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر جان نے موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے۔ ہر جان کے لئے مقدر ہے کہ وہ موت کا مزہ چکھے۔ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور تم اپنے بھر پور اجر قیامت کے دن دئے جاؤ گے۔ یہاں یہ مطلب نہیں ہے کہ اس دُنیا میں اجر نہیں دئے جاؤ گے۔ تُوَفَّوْنَ کا مطلب ہے بھر پور، ہر پہلو سے زیادہ سے زیادہ اجر قیامت کے دن دئے جاؤ گے۔ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ پس جو بھی آگ سے دور رکھا جائے گا۔ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔ فَقَدْ فَازَ پس یقیناً وہ کامیاب ہوگا۔ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اور دُنیا کی زندگی تو ایک دھوکے کا فائدہ اٹھانے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ آیتِ کریمہ زندگی اور موت کا فلسفہ بیان فرما رہی ہے۔ کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ میں ہر شخص جس کی جان ہے، ہر وجود جس کی جان ہے اس میں جانور بھی شامل ہیں اور انسان بھی شامل ہیں، جو بھی نفس رکھتا ہے اس نے بہرحال مرنا ہے اور جو جزا دئے جانے والے لوگ ہیں ان کو قیامت کے دن جزا دی جائے گی یعنی بھرپور جزا دی جائے گی۔ اس تعلق میں جو میں اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑھ رہا ہوں اور پچھلے خطبہ میں بھی ایک اقتباس جاری تھا جب وقت ختم ہو گیا اب میں دوبارہ پڑھ رہا ہوں، وہ یہ ہے۔

”دیکھو دواؤں کی طبیب شناخت کر لیتا ہے۔ بنفشہ، خیارشنبر تُربد میں اگر وہ صفات نہ پائے جائیں جو ایک بڑے تجربہ کے بعد ان میں متحقّق ہوئے ہیں تو طبیب ان کو ردی کی طرح پھینک دیتا ہے اسی طرح پر ایمان کے نشانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔“

تو جس طرح ایک طبیب اس دُنیا کی زندگی میں ان دواؤں کو جن کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے جب اپنے اثر سے خالی دیکھتا ہے تو وہ ردّی کی طرح اٹھا کے پھینک دیتا ہے تو ایمان کے بھی ایسے ہی نشانات ہیں جو دلوں میں ظاہر ہونے چاہئیں یعنی انسان کے اعمال میں ظاہر ہونے چاہئیں۔ اگر ایمان کا گھونٹ پیا ہو اور وہ اثر نہ دکھائے تو کیا خدا کو طبیب جتنا بھی علم نہیں ہوگا کہ وہ پہچان لے کہ یہ ایمان گندہ اور ناقص تھا۔ اس میں ایمان کی صفات ہی نہیں ہیں۔ پس دوائیں اپنی صفات سے پہچانی جاتی ہیں ناموں سے نہیں پہچانی جاتیں اور ایمان بھی اپنی صفات سے پہچانا جاتا ہے نام سے نہیں پہچانا جاتا۔ یہ مضمون ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں اور وہ حصّہ عبارت کا جو پڑھنے سے رہ گیا تھا وہ آج میں پڑھ کے سناتا ہوں۔

”یہ سچی بات ہے کہ جب ایمان انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت یعنی جلال، تقدّس، کبریائی، قدرت اور سب سے بڑھ کر لا الٰہ الا اللہ کا حقیقی مفہوم داخل ہو جاتا ہے۔“

(الحکم جلد 5 نمبر 1 صفحہ: 4 مؤرخہ 10 جنوری 1901ء)

اب یہ سادہ سی عام بات دکھائی دیتی ہے جو ہر کسی کو معلوم ہونی چاہئے مگر ایمان سچا ہو تو اس کے ساتھ اللہ کی کبریائی داخل نہ ہو، یہ بالکل غلط اور بے معنی تصور ہے۔ اس ایک جملہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام، ہر قسم کے گناہوں پر جرأت کا فلسفہ بیان فرما دیا ہے اور ان کا علاج صرف ایک ہے، ایمان۔ اسی مضمون کو بعض اور تحریروں کی صورت میں مَیں نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر تم دیکھ لو کہ اس سوراخ میں سانپ ہے، جانتے ہو کہ زہریلا ہے اور بل سے منہ نکال کر پھر تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاتا ہے ناممکن ہے کہ تم اس میں انگلی ڈالو خواہ وہ سانپ بظاہر کیسا ہی خوبصورت کیوں نہ دکھائی دے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ:66)

تو ایمان کی حقیقت انسان کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر جانتا ہے کہ میرا عمل اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور اس کی پکڑ سے پھر مجھے کوئی بچا نہیں سکتا تو ناممکن ہے کہ وہ گناہ پر جرأت کرے۔ پس ایمان کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت یعنی جلال، تقدّس، کبریائی، قدرت اور سب سے بڑھ کر لا الہ الا اللہ کا حقیقی مفہوم انسان کے جسم میں داخل ہو جائے یعنی اس میں خدا کے سوا باقی کوئی نہ رہے۔ سارے اسلام کا خلاصہ یہ ہے، سارے ایمان کا خلاصہ یہ ہے۔ تمام زندگی کے اونچ نیچ کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ اس کا خلاصہ اسی عبارت میں بیان فرما دیا گیا ہے۔ کبھی انسان خدا کے قریب تر ہوتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں اونچا ہو گیا ہوں، کبھی وہ خدا سے دُور ہٹتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں نیچا ہو گیا ہوں۔ یہ زیر و بم زندگی میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اگر آپ اپنے نفس پر غور کر کے دیکھیں تو ہمیشہ ان کا تعلق ایمان کی وضاحت یا اس کے ابہام کے ساتھ ہوگا۔ جہاں ایمان، جیسا کہ کبھی کبھی تجربہ میں آیا ہے، ایک دم کھل کے اپنی جلوہ نمائی کرے وہ وقت ہے جب انسان حقیقت میں سب سے اونچا ہوتا ہے اور بدی سے دور تر ہوتا ہے اور جب انسان کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتا ہے، ایمان رکھتے ہوئے بھی اس کے تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ ایک اندھیرے کے سائے میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے گناہ کئی بھیس بدل کر اس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ پس اس پہلو سے حضرت اقدس علیہ السلام کی مزید نصائح میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور آپؑ ہی کے الفاظ میں ان نصائح کا لطف آتا ہے ورنہ اپنی زبان میں ترجمہ محض اس لئے کرتا ہوں کہ بہت سے ہمارے کم تعلیم یافتہ اَن پڑھ لوگ بھی ہیں ان کو اگر سمجھا یا نہ جائے تو وہ عبارتیں ان کو سمجھ نہیں آسکتیں۔ فرمایا:

''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اندر سکونت اختیار کرتا ہے۔''

ایمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی سکونت پر منتج ہوتا ہے۔ آپ کو دُنیا میں جس چیز پر ایمان ہے اس کا تصور آپ کے اندر سکونت پذیر ہے اور وہ تصور آپ سے الگ کبھی نہیں ہوتا۔ جس چیز پر ایمان ہی نہیں ہے اس کا تصور آپ کے اندر سکونت پذیر نہیں ہوسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایمان کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو دور کا واہمہ ہو۔ اللہ پر سچا ایمان ہو تو اللہ آپ کی ذات میں سکونت پذیر ہوجاتا ہے۔ فرمایا اور شیطانی زندگی پر ایک موت وارد ہوجاتی ہے اور گناہ کی فطرت مرجاتی ہے۔ یہ ہے ایمان کی نشانی۔ پس اگر تُربد کی نشانی ہے یا بنفشہ کی نشانی ہے یا اور چیزوں کی نشانی ہے تو ایمان کی بھی تو ایک نشانی ہونی چاہئے اور ایمان کی یہ اصل نشانی ہے۔

''اور گناہ کی فطرت مرجاتی ہے۔ اس وقت ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور وہ روحانی زندگی ہوتی ہے یا یہ کہو کہ آسمانی پیدائش کا پہلا دن وہ ہوتا ہے (جب انسان دُنیا میں ازسرِ نو پیدا ہوتا ہے) جب شیطانی زندگی پر موت وارد ہوتی ہے اور روحانی زندگی کا تولّد ہوتا ہے جیسے بچہ کا تولّد ہوتا ہے۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 1 صفحہ: 4 مؤرخہ 10 جنوری 1901ء)

بچہ کا تولّد بھی انسانی زندگی میں ایک ایسا فعل ہے جو دوہرایا جاتا ہے۔ انسان کی روح سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ایمان کی برکت سے پیدا ہوتا ہے اگر ایمان نہ ہو تو انسانی زندگی میں وہ نیا بچہ پیدا نہ ہوگا۔ اب حضرت اقدس علیہ السلام کی اس عبارت کی تشریح کے بعد قرآن کریم کی اس آیت کی طرف میں واپس لوٹتا ہوں جس کی میں نے تلاوت کی تھی۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر شخص نے ضرور موت کا مزہ چکھنا ہے۔ یہاں ظاہری موت کی بات نہیں ہو رہی بلکہ ایک اور قسم کی موت کی بات ہو رہی ہے۔ ہر شخص یا شیطان کے ہاتھوں ہلاک ہوگا یا اللہ کی خاطر خود اپنے آپ کو قربان کردے گا۔ یہ دو ہی امکانی موتیں ہیں جو روحانی زندگی میں رونما ہوا کرتی ہیں۔ پس كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اس دُنیا میں یا تو ضرور ہلاک ہوجائے گا اور شیطان کے ہاتھوں مارا جائے گا یا اللہ کی خاطر جیسے ابراہیمؑ نے اپنے بچہ کو پیش کردیا تھا اور اس سے پہلے اپنے نفس پر چھری پھیری تھی اسی طرح وہ ابراہیمؑ کی طرح اپنے نفس پر

ایک موت وارد کرلے گا۔ یہ مقدر ہے اس عمل سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے۔ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اس میں یہ خوشخبری ہے کہ قیامت کے دن تمہیں بھرپور اجر دیا جائے گا لیکن اس دُنیا میں نئی زندگی کی صورت میں اجر دیا جا چکا ہوتا ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو قیامت کے دن بھرپور اجر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس اس نئی پیدائش کے بعد اگر وہ شیطانی پیدائش ہے یعنی شیطانی موت کے نتیجہ میں ایک بظاہر زندگی ملتی ہے تو اس کا بھی بھرپور اجر قیامت کے دن دیا جائے گا اور اگر روحانی موت تھی خدا کی خاطر اور روحانی زندگی تھی جو اس موت کے بعد لازماً عطا ہونی تھی تو اس کا بھی بھرپور اجر قیامت کے دن دیا جائے گا۔ اور پہچان یہ ہوگی فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ اس وقت جو آگ سے دور کیا جائے گا آگ سے بہت دور رکھا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا وہی ہے جو کامیاب ہوگا اور فَقَدْ فَازَ کا مطلب ہے یقیناً کامیاب ہوگا اس کی کامیابی میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ فرمانے کے بعد یہ تنبیہ ہے وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ دھوکے کی زندگی، دھوکے کی منفعتیں ہیں جن میں تم مبتلا ہو جاتے ہو اور اس دُنیا میں اس دھوکے کے فوائد کے سوا، جو فوائد دکھائی دیتے ہیں مگر دھوکے ہوتے ہیں، ان کے سوا اس زندگی کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ پس اس آیت کی تشریح تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے تھے اور اس آیت کے ساتھ اس مضمون کا ایک گہرا، نہ ٹوٹنے والا تعلق ہے۔

اب یہ ساری باتیں تو بہت پیاری باتیں ہیں، بہت دل چاہتا ہے انسان کا کہ میں ان لوگوں میں شمار ہو جاؤں جنہیں اس دُنیا میں ہی نئی زندگی مل جائے اور قیامت کے دن آگ سے دور کیا جاؤں لیکن آگ سے دور کیا جانا بھی ایک ایمان کو چاہتا ہے۔ جس کو آگ پر ایمان نہیں وہ آگ سے دور نہیں کیا جائے گا۔ جس کو یقین نہیں ہے کہ جس آگ کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے وہ ضرور بھڑکائی جائے گی اور جس کو آگ کی گرمی اور تمازت کا تجربہ نہیں اور تجربہ ہے تو غافل آنکھوں سے وہ اس آگ کو دیکھتا ہے اور غافل دل سے اس کو محسوس کرتا ہے، ایسا شخص قیامت کے دن آگ کو دیکھے گا اور وہ جس طرح اُدْخِلَ الْجَنَّةَ ہے، اُدْخِلَ النَّارِ وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔ اس لئے یہ ایمان بھی تو ضروری ہے کہ جیسے جنت حق ہے ویسے جہنم بھی ایک حق ہے اور جس کو یہ یقین ہو جائے کہ قرآن کریم کی یہ باتیں سچی ہیں وہ لازماً آگ سے دور ہٹنا شروع ہو جائے گا اور اس کی باقی زندگی آگ سے دوری کا ایک سفر ہوگی۔

ہر عمل جو اس سے ظاہر ہوتا ہے اس پر غور کر کے دیکھے گا کہ یہ عمل کہیں آگ کے قریب تو نہیں کر رہا اور اگر وہ سوچے اور بیدار رہے اور جان لے کہ واقعۃً یہ عمل آگ کے قریب کر رہا ہے تو دُنیا کی آگ کے قریب ہونے کے اپنے تجربہ کو ذہن نشین کر کے دیکھ سکتا ہے کہ آگ ہے کس غضب کا نام، کس بلا کو آگ کہتے ہیں اور وہ آگ جو قیامت کے دن بھڑکائی جائے گی وہ اس سے بہت زیادہ شدید ہے جو اس دُنیا کی آگ ہے اور اس آگ کا تجربہ ہم رکھتے ہیں اگرچہ غفلت کی حالت میں وہ تجربہ کرتے ہیں۔ ان امور کو یاد رکھنے کا طریقہ کیا ہے ان امور سے جو بیان ہوئے ہیں فائدہ اٹھانے کا طریقہ کیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک خدا کے خوف کے سوا اَور کچھ نہیں ہے۔ جو انسان خدا کو غالب اور قادر سمجھے وہ اس سے ڈرتے ڈرتے زندگی بسر کرے گا۔ فرمایا:

”اللہ تعالیٰ متقی کو پیار کرتا ہے خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سب ترساں رہو اور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔“

دیکھیں یہ باتیں کتنی سادہ، کتنی پیاری، کتنی روزمرّہ کے تجربہ کی باتیں ہیں اور ایسی حقیقتیں ہیں جن کے دل میں جگہ پکڑنے کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔ ”خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سب ترساں رہو اور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔“ تمہاری بیویاں، تمہارے بھائی، تمہاری بہنیں، تمہاری بیٹیاں یا بیویوں کے خاوند اور سب رشتہ دار اور وہ جو رشتہ دار نہیں بھی ہیں تمام انسان سب کے سب اللہ کے بندے ہیں۔ یہ احساس ہے جو دل میں جاگزیں ہونا ضروری ہے اور اس احساس کو اللہ کے خوف میں تبدیل کر دو۔ ”خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سب ترساں رہو۔“ اللہ کی عظمت کے نتیجہ میں دیکھو کہ ان سب پر تمہاری کیا فضیلت ہے۔ جو کچھ تھوڑی سی برتری کسی کو کسی اور پہ نصیب ہوئی ہے وہ سوائے اللہ کے فضل کے اور اس کی عظمت کے ممکن ہی نہیں تھا کہ اس کو نصیب ہوتی۔ تو انسان اپنی خوبیوں سے ایک طرح سے تہی دست ہو جاتا ہے، انسان اپنی مملکتوں سے ایک طرح سے تہی دست ہو جاتا ہے اس کی بڑائیاں، دُنیا میں اچھے گھر میں پیدا ہونا یا اس کا کسی غریب کے گھر میں پیدا ہو جانا یہ چیزیں اس کے دل میں بنی نوع انسان میں تفریق نہیں کرتیں کیونکہ توحید تفریق ہونے نہیں دیتی اور خدا کی عظمت کا یہ معنی ہے کہ جب اس کی عظمت دل پر راج دھانی شروع کر دے تو ہر دوسرا اِنسان اسی راج دھانی کے اندر ایک وجود دکھائی دیتا ہے اور اس پر کسی برتری کے

احساس کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ برتری اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور انسان اسے خدا تعالیٰ کی رضا کے دائرہ میں استعمال فرمائے تو اس کا کوئی گناہ نہیں لیکن یہ برتری تکبر یا نخوت کا رنگ اختیار کر لے تو جس حد تک وہ تکبر اور نخوت کا رنگ اختیار کرتی ہے اسی حد تک خدا کی عظمت اس سے اٹھ جاتی ہے اس حد تک اس کے دل پر وہ سایہ نہیں کرتی۔

''یاد رکھو سب اللہ کے بندے ہیں کسی پر ظلم نہ کرو۔''

اب ظلم کرنے کا خیال یا واہمہ انسان کے دل میں اس وقت پیدا ہو سکتا ہے جب عظمت نہ ہو یعنی اللہ کی عظمت نہ ہو۔ اللہ سر پر کھڑا ہو اور اس کی عظمت جلوہ گر ہو تو ہو کیسے سکتا ہے کہ اس کے کسی بندہ پر کوئی انسان ظلم کا سوچے بھی۔

''نہ تیزی کرو، نہ کسی کو حقارت سے دیکھو۔''

اب ظلم کے بعد جو تیزی ہے یہ بہت اہم لفظ ہے جو یاد رکھنے کے لائق ہے۔ ظلم اور تیزی ایک دوسرے سے اٹوٹ تعلق رکھتے ہیں۔ ظلم کا خیال اگر آ جائے اور انسان اس کو مٹا دے تو وہ ظلم نہیں لیکن ظلم کے ساتھ جب طبیعت کی تیزی داخل ہو جائے۔ ادھر غصّہ آیا اور ادھر غصّہ کا کوئی بدنتیجہ کسی دوسرے انسان پر ظاہر کر دیا جائے یہ تیزی ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام الفاظ کے اختیار میں بہت باریک نظر رکھتے ہیں اور بڑے حلم کے ساتھ الفاظ کو ایک دوسرے کے بعد سجاتے ہیں۔ ''کسی پر ظلم نہ کرو، نہ تیزی کرو۔'' اب کسی عام آدمی کے دماغ میں یہ خیال آ ہی نہیں سکتا۔ یہ صاحب عرفان وجود کا کلام ہے اور اب آپ تیزی کو ظلموں کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو آپ کو تمام دُنیا میں فسادات کا فلسفہ سمجھ آ جائے گا۔ ہر فساد، ہر ظلم تیزی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر انسان رک جائے اور فوری اثر نہ دکھائے اور اپنی تیزی کو کند کر دے یعنی اپنے حلم کے ساتھ یا خدا خوفی کے ساتھ تو دُنیا فساد سے خالی ہو جائے گی۔ ساری دُنیا میں تیزیاں ہیں جو دکھائی جا رہی ہیں۔ نہ کسی کو حقارت سے دیکھو۔ اگر اللہ کے بندے ہیں اور تم نے پہچان لئے ہیں کہ اللہ کے بندے ہیں تو جو بھی دین ہے وہ اللہ کی دین ہے۔ اگر اس نے چھوٹا پیدا کیا تو تمہارا کوئی حق نہیں کہ ایسے بندے کو حقارت سے دیکھو۔ ایسے بندے کو رحم سے دیکھنا چاہئے اور خدا کا خوف کرتے ہوئے کوشش کرنی چاہئے کہ جو ظاہری بڑائی تمہیں ملی ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ تم اس حقیر بظاہر حقیر بندے کی طرف منتقل کر دو۔

’’جماعت میں اگر ایک آدمی گندہ ہوتا ہے، تو وہ سب کو گندہ کر دیتا ہے۔‘‘

یہ ایک ایسا تجربہ ہے جو ہم نے بارہا دیکھا ہے۔ اچھے بھلے لوگوں میں، نیک جماعت کے اندر اگر کوئی گندی مچھلی مل جائے تو جیسے کہ وہ سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے ان لوگوں میں آہستہ آہستہ گندگی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ جب تک وہ اس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اس کو اپنی مجالس میں شریک کرتے ہیں اس وقت تک وہ لازماً گندے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کا گہرا فلسفہ یہ ہے کہ ایسا شخص جو گند بکتا ہے یا گندی زندگی گزار رہا ہے کوئی شخص جو اللہ کی عظمت اپنے دل میں رکھتا ہو اس کے قریب ہی نہیں جائے گا، کبھی اس کو اپنی مجالس میں نہیں بیٹھنے دے گا، کبھی اپنی مجالس میں اس کی دعوت نہیں کرے گا، کبھی دعوتوں میں شریک ہو گا تو اس کے قریب نہیں پھٹکے گا۔ کوشش کرے گا کہ اچھے لوگوں کے ساتھ ایک طرف ہو جائے اور اس کے باوجود اس میں تکبر نہیں ہوتا، اس میں احتیاط ہوتی ہے۔ اب کوئی شخص کہے کہ سانپ کو بِل میں گھستے ہوئے دیکھا اور دور بھاگ گئے۔ بڑے متکبر ہو جو اس طرح سانپ بے چارہ سے سلوک کر رہے ہو۔ احمق ہے جو اس ہلاکت سے بچنے کو تکبر سمجھتا ہے۔ ہلاکت سے بچنے کے انتظام کرنے کو تکبر نہیں کہا جاتا۔ یہ وہ احتیاطیں ہیں جو لازم ہیں۔ یہ وہ احتیاطیں ہیں جن کا قرآن کریم میں واضح ذکر موجود ہے کہ جب کوئی مجلس بیہودہ سرائی کر رہی ہو اور خدا اور خدا والوں کے متعلق تحقیر کے کلمات استعمال کر رہی ہو، اگر تم سچے ایمان والے ہو تو لازم ہے کہ فوراً اُٹھ کر اس مجلس سے الگ ہو جاؤ، اس کو تکبر نہیں کہا جاتا لیکن اگر وہ لوگ صاف ستھری باتیں کریں تو مستقلاً ان سے الگ نہیں ہونا۔ جب وہ اچھی باتیں کر رہے ہوں تو ان کی باتوں کو دیکھو پھر بے شک ان سے تعلق رکھو لیکن اگر دوبارہ پھر وہ ایسا عمل کریں تو پھر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے تمہارا فرض ہے کہ ان سے قطع تعلقی کر لو۔

یہ قرآنی مضمون ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں بیان فرما رہے ہیں۔ کسی کو حقارت سے مت دیکھو اس کے باوجود جو گندے لوگ ہیں ان سے کنارہ کشی کرو کیونکہ وہ تمہیں بھی اور تمہاری سوسائٹی کو گندہ کر دیں گے۔ بہت سے ایسے خاندانوں کی مثالیں ساری دُنیا میں ملتی ہیں کہ ایک لڑکے یا لڑکی نے نظام جماعت کی بے حرمتی کی ہے اور گندی مجلس والے لوگ ہیں اور مائیں یا باپ ان کو بلا کر پیار سے اپنے گھر میں جگہ دیتے ہیں۔ وہ اپنی باقی اولاد پر سخت ظلم کرنے

والے ہیں۔ ان سے علیحدگی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کو ان سے محبت کا رشتہ نہیں رہا۔ علیحدگی کی وجہ یہ ہے کہ جو اولاد گھر میں موجود ہے یا آپ خود میاں بیوی بھی اپنے نفس کا حق تو ادا کریں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی ایسے شخص سے محبت کا تعلق اس طرح رکھا جائے کہ اس کا زہر آپ کے اندر داخل ہو جائے۔ بعض لوگ کتوں سے بھی پیار کرتے ہیں مگر بچ کر رہتے ہیں کہ ان کا زہر آپ کے اوپر نہ اُگلا جائے، ان کے دانت آپ کو زخمی نہ کر دیں۔ پس یہاں یہ معاملہ ہے جو احتیاط کا معاملہ ہے اور لوگ سمجھتے نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ ایسے لوگوں کے اثر سے سارا خاندان گندہ ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ جماعت سے کٹ کے الگ ہو جاتا ہے۔ کاٹا نہ بھی جائے تو خود کٹ جاتا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں یہاں بھی ہیں، امریکہ میں بھی ہیں، پاکستان میں جگہ جگہ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور رفتہ رفتہ میں نے ہمیشہ ان خاندانوں کو زندگی کے سرچشمہ سے کٹ کر موت کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا ہے جو شیطانی موت ہے اور اس کے بعد پھر کوئی روحانی زندگی نہیں۔

پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اقتباسات کو گہری نظر سے دیکھیں گے اور غور سے سنیں گے اور دل نشین کریں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہتر نصیحت کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کبھی پیدا نہیں ہوا۔ ایک ذرّہ بھی اس میں شک نہیں ہے۔ چند کلمات ایسے ہیں جیسے کیمیا گر ہو کوئی، وہ مٹی سے سونا بنا دے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات کو غور سے دیکھیں اور ان کلمات میں سب سے بڑی اہمیت تحریروں کو نہیں جتنی زبانی کلام کو ہے جو نصیحت کے طور پر آپؑ نے مجلس میں کیا یا باہر کیا۔ ان کو ملفوظات کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اگر کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچی، گہری شخصیت کو پہچاننا ہو تو مناظرہ والی تحریروں سے الگ ملفوظات کو دیکھیں تو ملفوظات کی ایک ہی جلد ساری زندگی کو پاک صاف کرنے کے لئے کافی ہے بلکہ ملفوظات میں سے بعض سطریں ایسی ہیں جو ساری زندگی پر حاوی ہو سکتی ہیں۔ ایک انسان اس کو غور سے پڑھے اور ان کا گہری نظر سے اور محبت سے مطالعہ کرے۔

> ”اگر ایک آدمی گندہ ہوتا ہے، تو وہ سب کو گندہ کر دیتا ہے۔ اگر حرارت کی طرف تمہاری طبیعت کا میلان ہو تو پھر اپنے دل کو ٹٹولو کہ یہ حرارت کس چشمہ سے نکلی ہے۔“

بہت پیاری نصیحت، بہت ہی گہری، ہر انسان جانتا ہے کہ کس کس معاملہ میں اس میں گرمی پائی جاتی ہے اور وہ گرمی اللہ تعالیٰ کے معاملات سے تعلق رکھتی ہے۔ بعض لوگوں کی جو گرمی ہے اگر وہ غور کریں تو ان کو بتا دے گی کہ یہ دُنیا داری تھی خدا کی محبت نہیں تھی۔ پس دُنیا داری کی گرمی بعض دفعہ اپنی اولاد کی نصیحت کی صورت میں بھی ظاہر ہوتی ہے، اولاد پر سختی کی صورت میں بھی ظاہر ہوتی ہے مگر اس وقت جب وہ دُنیا سے دور ہٹ رہے ہوں یا دُنیا کی کمائی سے پیچھے ہٹ رہے ہوں۔ جن لوگوں کے دل میں اس وقت سختی پیدا ہوتی ہے وہ گرمی ہے لیکن وہ اگر غور کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان کی گرمی محض اللہ سے دوری کی وجہ سے تھی اور دُنیا سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے تھی۔ پس فرمایا ٹھہر واور غور کرو، اپنے دل کو ٹٹولو کہ یہ حرارت کس چشمہ سے نکلی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے چشمہ سے نکلی ہے تو پھر یہ گرمی اور نمونے کی گرمی ہوگی اور یہ گرمی آگ سے بچانے والی گرمی ہے اور وہ دوسری گرمی آگ میں ڈالنے والی گرمی ہے۔ پس اس ایک فقرہ پر ہی آپ غور کریں اور دل کو ہر ایسے موقع پر ٹٹولیں۔ جب آپ کے اندر گرمی پیدا ہوتی ہے تو بسا اوقات آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کو اپنے نفس کے کچلے جانے سے غصّہ آیا ہے یعنی وضاحت کو چھوڑ کر دوسرے معاملات کی بات اب میں کر رہا ہوں۔ کسی بات میں گرمی پیدا ہوتی ہے اس گرمی کا تعلق لازماً اپنے نفس کے کچلے جانے سے ہوتا ہے جو خدا کی نظر میں مغضوب گرمی ہے جو خدا کو غضب دلانے والی گرمی ہے اس کا اللہ کی خاطر، اللہ کی رضا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پس ''اپنے دل کو ٹٹولو'' میں جو نصیحت ہے وہ ایسی عظیم نصیحت ہے کہ آپ اگر ٹٹولیں نہ تو آپ کو پتا بھی نہیں لگ سکتا کہ دل کو ٹٹولنا ہوتا کیا ہے۔ جہاں گرمی پیدا ہو وہاں ٹٹولیں اور بعض دفعہ راکھ کے نیچے چنگارے اور کوئلے دکھائی دیتے ہیں یعنی بظاہر ایک راکھ نے ان کو چھپایا ہوا ہے مگر آپ جب ٹٹولیں گے تو پتا چلے گا کہ اندر دراصل شیطانی گرمی تھی جو ایک موقع پر سر اٹھا کر باہر نکلی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''یہ مقام بہت نازک ہے۔''

(البدر جلد 11 نمبر 8،9 صفحہ:3 مؤرخہ 30 نومبر 1911ء)

یہ نازک لفظ پر جو بات ختم کی ہے یہ اپنی ذات میں ایک الگ اہمیت رکھتی ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ نہ بھی ٹٹولوں تو کیا فرق پڑتا ہے، زندگی گزر رہی ہے۔ فرمایا ''یہ مقام نازک ہے۔'' اگر تم نے غفلت کی تو یہ غفلت تمہیں آگ کا ایندھن بنا سکتی ہے اور ہر وہ بات جو نازک ہو اس تعلق میں جس میں بیان کیا جا رہا

ہے وہاں نازک سے مراد یہ ہے Critical جیسے انگریزی میں کہتے ہیں یعنی پاؤں رپٹا تو بعید نہیں کہ آپ جہنم میں جا پڑیں۔اس لئے اس نصیحت کو پلے سے باندھ لو اور ہر ایسے موقع پر جبکہ تمہاری روح تمہیں تیزی دکھاتی محسوس ہو غور کرو کہ یہ تیزی کہاں سے آئی ہے، عقل اس کے بغیر نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔لوگوں کا خیال ہے کہ اس صفت کے بغیر حقیقت میں انسان عقل حاصل کر سکتا ہے۔ساری دُنیا خدا سے دوری کے نتیجہ میں بے عقل ہے اور بظاہر بڑے بڑے عاقل موجود ہیں، بڑی بڑی عقل والی قومیں موجود ہیں لیکن جو فیصلہ کے مواقع ہیں ان میں ہمیشہ وہ فیصلہ بظاہر اپنے حق میں کر رہے ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول لے کر جہنم کی راہ اختیار کر رہے ہوتے ہیں۔اس لئے مغربی قوموں کی ظاہری بڑائی سے ہرگز متاثر نہ ہوں۔ان کی اچھی چیزیں ضرور سیکھیں لیکن آج ساری دُنیا کی قیادت بدنصیبی سے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن کو اپنے دل کی حرارت ٹٹول کر دیکھنے کا موقع ہی نصیب نہیں ہوتا، جن کا ہر اہم فیصلہ خدا کے تعلق سے عاری ہوا کرتا ہے۔ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آتا کہ یہ فیصلہ آیا خدا کی رضا کو حاصل کرنے والا ہے یا خدا کے غضب کو حاصل کرنے والا ہے۔

یہ مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں بیان فرماتے ہیں:

”یاد رکھو کہ عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے۔“

کتنے ہیں جو اس مضمون کو جانتے ہیں۔وہ سمجھتے ہیں عقل دماغ کی تیزی سے پیدا ہوتی ہے، شوخی سے پیدا ہوتی ہے، لمبے علم اور لمبے تجربہ سے پیدا ہوتی ہے، یہ سب جھوٹ ہے۔بڑے بڑے صاحب علم، بڑے بڑے صاحب دماغ، بڑے بڑے تعلیم یافتہ جب بھی فیصلہ کرتے ہیں وہ خدا کی رضا سے الگ ہو کر اسے بے ضرورت سمجھ کر فیصلہ کرتے ہیں۔پس ان کی عقل کا روح کی صفائی سے کوئی تعلق نہیں اس لئے وہ عقل سے عاری ہیں۔فرمایا:

”یاد رکھو کہ عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے۔جس قدر انسان روح کی صفائی کرتا ہے اُسی قدر عقل میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اس کی مدد کرتا ہے۔“

یہ بھی ایک بہت عظیم الشان مضمون ہے۔انسان جو روح کی صفائی کے نتیجہ میں عقل حاصل کرتا ہے اس عقل کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ خدا کی خاطر اس فیصلہ کو ردّ کر دے جو بظاہر دُنیا میں اس کے حق میں ہونا چاہئے اور اس فیصلہ کو خدا کی خاطر قبول کر لے جو ظاہر و باہر طور پر اس کے فوری مفاد کے خلاف ہو۔

اگر ایسا کرے اور واقعۃً خدا کی خاطر کرے تو محض یہ عقل نہیں ہے بلکہ عقل آخری نتیجہ کے لحاظ سے عقل ہے۔ عقل کا نتیجہ یہ نکلنا چاہئے کہ آپ کو خدا تعالیٰ ٹھوکر سے بچائے اور آپ کے مفاد کے لئے غیب سے انتظام کرے۔ جس کو یہ عقل حاصل ہو جائے کہ ہر فعل میں اور ہر فیصلہ میں فائدہ ہی فائدہ ہے اور کسی فیصلہ میں کوئی نقصان نہیں ہے یہ وہ شخص ہے جس کو یہ یاددہانی بھی کرائی جاتی ہے کہ قیامت کے دن تمہاری ہر قربانی پر نظر رکھی جائے گی۔ یہ عارضی دُنیا گزر گئی تو تمہارا کوئی بھی نیک اقدام ضائع نہیں کیا جائے گا لیکن اس کے علاوہ ایک اور خدا کا سلوک ہوتا ہے جو غیر معمولی طور پر، خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنی زندگی کے اہم فیصلے کرتے ہیں ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اُس کی مدد کرتا ہے۔“ یہ جو فرشتے ہیں، جو سامنے کھڑا ہو کر ان کی مدد کرتے ہیں یہ بھی صاحب تجربہ کو پتا ہے کہ ایک معاملہ میں جب کوئی سہارا نہیں رہتا اچانک ایک آدمی نمودار ہو جاتا ہے۔ ہوتا تو انسان ہے مگر وہ سامنے کھڑا ہو کر مدد کر رہا ہے اور آپ کو پتا نہیں کہ کیوں کر رہا ہے۔ کیا وجہ ہوگئی اور یہ واقعات بکثرت احمدیوں کے تجربہ میں ہیں، یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہوں کہ فرشتہ واقعۃً متمثل ہو کر سامنے اترتا ہے تو یہ حقیقت آپ کے لئے ایک خواب بنی رہے گی اور آپ کہیں گے ہم بھلا کہاں ایسی طاقت رکھتے ہیں۔ ہم میں کہاں ایسی ولایت اور بڑائی آگئی کہ خدا کی خاطر کوئی فرشتہ اترے اور سامنے کھڑے ہو کر مدد کرے لیکن میری ساری زندگی کا تجربہ ہے اور ہزاروں احمدی ہیں جنہوں نے اپنے تجربوں سے مجھے مطلع کیا ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ ایک بات بالکل ناممکن دکھائی دیتی تھی ایک آدمی ظاہر ہوا ہے اور وہ مدد کر رہا ہے اور کچھ پتا نہیں کہ کیوں مدد کر رہا ہے۔ وہ غیب سے آتا ہے اور ایسے آدمیوں کا نام اللہ تعالیٰ نے وہ فرشتہ رکھا ہے جس کو مدد کے لئے فرمان ملتا ہے یعنی اس کو پتا بھی نہیں کہ یہ فرمان ہو رہا ہے لیکن مدد کے لئے اس کو استعمال کیا جاتا ہے اور ہر ایسا شخص جو ناممکن حالت میں کسی کو اپنی مدد کرتے ہوئے دیکھے تو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ فرشتوں کی مدد اس طرح آیا کرتی ہے۔

”مگر فاسقانہ زندگی والے کے دماغ میں روشنی نہیں آسکتی۔“

جو شخص بھی گندی زندگی بسر کرتا ہے خدا سے دوری کی زندگی بسر کرتا ہے اس کے دماغ کو آپ روشن نہیں دیکھیں گے۔

''تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ (چند الفاظ ہیں کتنے وزنی ہیں کس طرح دل پر حاوی ہو جاتے ہیں۔) تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ صادق کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے۔''

(الحکم جلد 7 نمبر 12 صفحہ:3 مؤرخہ 31 مارچ 1903ء)

یہ دوسرا پہلو جو ہے یہ بھی بہت ہی کارآمد اور روزمرّہ کی زندگی پر اثر انداز ہونے والا پہلو ہے۔ صحبت صالحین کا فلسفہ آپؑ نے بیان فرمایا: ''تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو۔'' اگر خدا تمہارے ساتھ ہوگا تو تمہیں بھی اپنی عادت میں ایسی تبدیلی پیدا کرنی ہوگی کہ تم صادق کے ساتھ رہو اور ''خدا تمہارے ساتھ ہو۔'' کی پہچان بیان فرمادی۔ کوئی انسان کہہ سکتا ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کبھی مشکل میں عام آدمیوں کی بھی مدد ہو جایا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ مدد فرما دیتا ہے، مشرکین کی بھی مدد فرما دیتا ہے۔ اس سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ جب خدا ساتھ ہو تو ہر معاملہ میں، زندگی کے ہر موڑ پر خدا ساتھ ہوتا ہے اور اس کی ظاہری پہچان دیکھیں کتنی پیاری بیان فرمائی۔ ''صادق کے ساتھ رہو۔'' اگر تمہارے ساتھ خدا ہے تمہیں وہم ہے ایک، یا خیال ہے یا یقین ہے تو پھر تم بھی تو خدا کے ساتھ رہو اور جو خدا کے ساتھ رہنے والے لوگ ہیں ان کے اندر صدق کی نشانیاں پائی جاتی ہیں، طبعاً تم ان کے ساتھ رہو گے۔ تو ایک نصیحت اور اس نصیحت کا جواب اور اس نصیحت کو پہچاننے کی علامتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساتھ ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔ ایک ہی عبارت ہے جو ساری زندگی پہ حاوی ہوسکتی ہے اور اگر آپ تیزی سے پڑھ جائیں تو آپ کو پتا بھی نہیں لگے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرما گئے ہیں۔ اگر یقین ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی کلمہ بھی قرآن اور حدیث اور اپنے روحانی تجربہ سے الگ نہیں ہے اور ہر فقرہ پہلے فقرہ سے ایک تعلق رکھتا ہے۔ اگر یہ یقین نہ ہو تو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارتوں کی کوئی سمجھ نہیں آئے گی۔ پس اب یہ دیکھیں ''تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو۔'' اتنا اعلیٰ تقویٰ کا پھل ہے جو بیان فرمایا گیا، ہمارے سامنے رکھا گیا، ساتھ ہی ''صادق کے ساتھ رہو۔'' اگر چاہتے ہو خدا تمہارے ساتھ ہو تو جو خدا کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ رہو اور خدا جن کے ساتھ ہے ان کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے۔ جب خدا کے سچے لوگوں کے سلوک کو قریب سے دیکھو گے تو وہ وقت ہے جب تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ جماعت کو نصیحت فرماتے رہے۔ وہ لوگ جو دور سے بیعت کا خط لکھ دیا کرتے تھے اور بظاہر مومنین میں داخل ہو جاتے تھے آپؑ فرماتے ہیں کہ تمہارا فرض ہے کہ یہاں آؤ اور میرے پاس کچھ عرصہ ٹھہرو۔ اتنا اصرار تھا اس بات پر کہ اس زمانہ کے حالات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایسا بوجھ کیسے اٹھاتے تھے۔ دور دَراز سے یا قریب سے جس نے بھی بیعت کا لکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ محسوس کیا کہ اس کی تربیت کی ضرورت ہے تو آپؑ نے محض نصیحت کو کافی نہیں جانا بلکہ فرمایا آؤ اور میرے پاس رہو اور اس پاس رہنے کے نتیجہ میں آپؑ کو کامل یقین تھا اور اس کا عبارتوں میں کھلم کھلا اظہار کیا کہ ہو نہیں سکتا کہ تم میرے ساتھ رہو اور خدا کا میرے ساتھ ہونا تمہیں دکھائی نہ دے۔ تم لازماً اللہ تعالیٰ کو میرے ساتھ دیکھ لو گے۔

(الحکم جلد 5 نمبر 31 صفحہ: 3 مؤرخہ 24 اگست 1901ء)

یہ وہ مرکزی نصیحت ہے جو دراصل صحبت صالحین سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر جب انبیاء کی صحبت نصیب ہو جائے تو بڑی شان سے اس حقیقت کو آپ جلوہ گر دیکھیں گے کہ اگر آپ واقعۃً خدا کے ساتھ ہونے کی وجہ سے یا خدا کے قریب ہونے کی خاطر، خدا کے کسی پاک بندے کے قریب ہوئے تو اللہ آپ کو وہاں دکھائی دے گا۔ صبح شام ہر فعل میں خدا اُن کے ساتھ دکھائی دے گا۔ چنانچہ بہت سے صحابہؓ نے اپنے تجربہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے کس طرح ہم پہلے دور سے ایمان لانے والے تھے جب قریب آئے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے تو اس ساتھ نے زندگی کی کیسی کایا پلٹ دی۔ بیان کرتے ہیں کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا تھا جب ہم خدا کے فضلوں کی بارش حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نہیں دیکھتے تھے۔ تو فرمایا:

”صادق کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔“

اس کے ساتھ ہی تقویٰ کی توفیق بھی ملتی ہے۔ جو اچھے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں ان کی نیکی کی توفیق بڑھ جایا کرتی ہے اور جن کو انبیاءؑ کی صحبت نصیب ہو جائے ان کی نیکی کی توفیق تو اس طرح چھلانگیں لگاتی ہوئی آگے بڑھتی ہے کہ صحابہ میں، جنہوں نے بھی صحابہ کو دیکھا ہے، ان کو وہ رنگ دکھائی دے جائیں گے۔ صحابہؓ اور غیر صحابہ میں بہت فرق ہے اور جنہوں نے صحابہؓ کے رنگ اختیار کر لئے روحانی صحبت کے لحاظ سے ان میں اور عام انسانوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پس فرمایا:

’’(یہ حقیقت تمہیں معلوم ہونی چاہئے) یہی ہمارا منشاء ہے اور اسی کو ہم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔‘‘

(الحکم جلد 7 نمبر 12 صفحہ:3 مؤرخہ 31 مارچ 1903ء)

پس اس پاک تبدیلی کے ساتھ پاک لوگوں کے گروہ بنائیں اور نیک لوگ مل کر بیٹھیں، نیک لوگ مل کر ایک دوسرے میں خدا کے آثار تلاش کریں لیکن ان دعا گو پارٹیوں کی طرح نہ ہو جائیں جو ربوہ میں بھی ایک زمانہ میں ہوا کرتی تھیں اور کئی اور جگہ بھی ملتی تھیں۔ کچھ لوگ بظاہر صوفیت کا لبادہ اوڑھ کر وہ چند لوگوں کو بزرگ قرار دیتے تھے، وہ ان کو بزرگ قرار دیتے ہیں، ان کا ایک جتھا سا بن جاتا ہے اور وہ اکٹھے پھرتے ہیں، سیروں پہ بھی نکلتے ہیں اور شام کو بھی اکٹھے ہوتے ہیں، گھروں میں بھی اکٹھے ہوتے ہیں، مل کر دعائیں کرتے ہیں کہ دیکھ لو یہ نیکی ہے، یہ نیکی نہیں ہے۔ یہ نیکی کی حقیقت سے ناآشنائی ہے۔ نیکی سیکھنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق سے سیکھیں اور آپ کی سنت کو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات میں جو دکھایا ہے اس کو قریب سے دیکھیں۔ اگر وہ زمانہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دور سے دکھائی دیتا ہے تو اس قریب کے زمانہ میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے سے وہ بالکل قریب آجائے گا اور اس طرح آخرین کو اوّلین سے ملایا جائے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق نہیں تھا کہ چند آدمیوں کی ٹولی بنائی ہوئی ہے۔ بدوں کو بلایا کرتے تھے کہ آپؑ کی صحبت میں بیٹھیں اور آپؑ کی صحبت سے رنگ پکڑیں اور بہت سے خام تھے جو اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے آ گئے اور جب قریب پہنچے تو پھر خام نہ رہے، ان کے اندر حیرت انگیز پاکیزہ تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ صحبت زندہ ہے خدا کے بعض نیک بندوں میں، جنہوں نے اپنے آپ کو دین کے کاموں میں جھونک دیا ہے اور کوئی دکھاوا نہیں، کوئی اپنی بڑائی کا احساس نہیں ہے۔ عام سادہ لوح بندے ہیں جن کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی ان کو نیک سمجھتا ہے کہ نہیں۔ ان کو ایک دھن لگ گئی ہے کہ وہ خود نیک کام کریں اور دین کی خدمت جیسے بھی ہو سکے وہ بجا لائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا پھل ہیں۔ پس ان لوگوں سے تعلق بڑھاؤ اور اس طرح تعلق نہ بڑھاؤ کہ پارٹی بن کے الگ ہو جاؤ بلکہ اس طرح تعلق بڑھاؤ کہ اس تعلق کا دائرہ کمزوروں پر بھی پھیلے اور وہ بھی آپ

کی صحبت کے رنگ سے رنگین ہونے لگیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''یہی ہمارا منشاء ہے اور اسی کو ہم دُنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔'' ایک دوسری تحریر جس کا عنوان ہے'' اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پاک تبدیلی کریں، کیونکہ اُن کو تو تازہ معرفت ملتی ہے۔''

اب یہ وہ نکتہ ہے جس کو آپ کو سمجھنا چاہئے۔ آپ کو ہمیشہ تازہ معرفت ملتی ہے۔ کونسی دُنیا میں ایسی جماعت ہے جس کو ہمیشہ تازہ معرفت ملتی ہو۔ آپ کے سامنے ہمارے رسائل بھی، ہماری MTA بھی، ہمارے دوسرے ذرائع اور مقررین اور واعظین سارے آپ کو تازہ معرفت عطا کرتے ہیں اور جب بھی آپ استفادہ کی خاطر نیک دلی سے ان کے پاس بیٹھیں گے یا ان سے فائدہ اٹھانے کی خاطر آپ اپنے دل کے دروازے کھولیں گے تو یاد رکھیں آپ وہ جماعت ہیں جن کو روزانہ تازہ معرفت ملتی ہے اور تازہ معرفت میں ایک اور بڑا دلچسپ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کو یعنی اس جماعت کو نئے نئے نکات ہمیشہ سمجھاتا رہتا ہے۔ پس تازہ معرفت کے دونوں پہلو ہیں۔ ایک وہ معرفت جو دیکھنے والے اور سننے والے کے لئے تازہ ہی ہوتی ہے چنانچہ بسا اوقات لوگ لکھتے ہیں کہ ان نکات کو سنا ہوا تھا لیکن پوری سمجھ نہیں آئی تھی حالانکہ ہمیشہ سے اسی طرح موجود تھا قرآن میں لیکن اب یوں لگا ہے جیسے تازہ معرفت ملی ہے۔ پس بعض دفعہ تو تازہ معرفت ایک چیز کی تازہ پہچان سے تعلق رکھتی ہے اور بعض دفعہ نشان کے طور پر آسمان سے اترتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دوسری معرفت کا ذکر بھی تازہ معرفت کے الفاظ میں فرمایا ہے۔ اگر ایک شخص اللہ سے تعلق رکھتا ہے تو لازم ہے کہ اس کے اوپر تازہ معرفت اترے اور لازم ہے کہ اگر وہ خود تازہ معرفت اترتی ہوئی محسوس نہیں کرتا تو خدا کے ایسے بندوں کے قریب ہو جن پر وہ تازہ معرفت اترتی دیکھے گا، جان لے گا کہ یہ عرفان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے بغیر ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی کے دل پر نازل ہو۔ پس فرماتے ہیں:

''سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پاک تبدیلی کریں، کیونکہ اُن کو تازہ معرفت ملتی ہے اور اگر معرفت کا دعویٰ کر کے کوئی اس پر نہ چلے تو یہ نری لاف گزاف ہی ہے۔''

ساتھ ہی تازہ معرفت کے ساتھ اس عمل کی طرف بھی اشارہ فرما دیا جو معرفت کی پہچان کے لئے ضروری ہے۔ ایک آدمی کہہ سکتا ہے مجھ پر بڑی تازہ معرفتیں اتر رہی ہیں اور کئی ایسے لوگ بیچارے

پھر آخر پاگل ہی ہو جایا کرتے ہیں۔ جن پہ تازہ معرفت اترتی ہے ان کے اندر پاک تبدیلیاں بھی تو ہوتی ہیں۔ ان کی بدیاں جھڑتی ہیں، ان کے اندر تازہ معرفت کے نتیجہ میں نئے نئے اعلیٰ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ پہلے وہ غفلت کی حالت میں بعض برائیوں کو پہچان نہیں سکتے جب تازہ معرفت اترتی ہے تو ان کی آنکھیں ان برائیوں کو دیکھنے لگ جاتی ہیں اور یہ سفر ایسا ہے جو جاری سفر ہے۔ میں اس سے مستثنیٰ نہیں ہوں۔ آپ میں سے کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ہمیشہ انبیاء بھی جب تازہ معرفت اترتی دیکھتے ہیں تو اپنے دل میں نیکی کا ایک نیا رنگ اُبھرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ پس یہ دائمی سفر ہے ادنیٰ آدمیوں میں تازہ معرفت ان کی برائیوں پر روشنی ڈالتی ہے اور انسان ان برائیوں کو پہچاننے لگتا ہے جو پہلے سے دل میں موجود تھیں اور خیال بھی نہیں ہوتا کہ دل میں موجود ہیں یا ہماری عادتوں میں موجود ہیں یا ہمارے کہنے میں موجود ہیں لیکن موجود ہوتی ہیں اور انبیاءؑ کی تازہ معرفت ان کی خوبیوں میں ترقی کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔ پس تازہ معرفت تو ہمیشہ پھل دکھائے گی اور ہمیشہ ایسا اثر انسان پر چھوڑے گی جس کے نتیجہ میں وہ کچھ نہ کچھ تبدیل شدہ وجود دکھائی دے۔ پس وہ سارے لوگ جو دعویٰ کرتے ہیں اور مجھے بھی بعض دفعہ لکھتے رہتے ہیں کہ ہم تو بڑے صاحب عرفان ہیں ہم پر تازہ معرفت اترتی ہے یا لفظ یہ استعمال نہ بھی کریں تو مضمون یہی ہوتا ہے۔ ان کو میں بسا اوقات یہ لکھتا ہوں، سمجھاتا ہوں کہ بھئی اس تازہ معرفت نے تمہارے اندر کیا تبدیلی پیدا کی؟ کیا پہلے سے بہتر انسان بن گئے ہو۔ اگر اس کی پرواہی کوئی نہیں اور سمجھتے ہو کہ تم انعامات کے وارث بنائے جا رہے ہو تو حد سے زیادہ جہالت ہے۔ یہ خدا سے دوری کا نام ہے، معرفت اس کو نہیں کہا کرتے۔ پس تازہ معرفت کی پہچان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی وہ یہ ہے:

> ”اگر معرفت کا دعویٰ کر کے کوئی اس پر نہ چلے تو یہ نری لاف گزاف ہی ہے۔ پس ہماری جماعت کو دوسروں کی سستی غافل نہ کر دے۔ (اب یہ بھی عجیب کلام ہے کہ اس کا تعلق کیا ہوا۔) پس ہماری جماعت کو دوسروں کی سستی غافل نہ کر دے اور اس کو کاہلی کی جرأت نہ دلا دے۔“

(الحکم جلد 2 نمبر 3 صفحہ:1 مؤرخہ 13 مارچ 1898ء)

اب جن لوگوں کو نیک سمجھ کر آپ ان کے قریب ہوتے ہیں اگر ان کے اندر سستی پائی جاتی ہے تو وہ سستی کہیں آپ کو بھی غافل نہ کر دے۔ آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ولی اللہ اور بزرگ ہیں اور ان کا قرب

آپ کے اندر پاک تبدیلی نہیں کرتا، یہ مراد ہے کہ اس صورت میں ان کی سستی آپ کو غافل کر دے گی اور امر واقعہ یہ ہے کہ ہم نے بہت سے ایسے بزرگی کے بُت دیکھے ہیں جن کو بہت لوگ چاہتے اور ان کی عظمت کرتے ہیں مگر اپنی کسی نفسانی خواہش، اپنی کسی ذاتی ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر اور مثالیں یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دعا سے ہمارا یہ کام ہو گیا، ان کی دعا سے ہمارا یہ کام ہو گیا۔ ایسا کام ہونا جو آپ کو اللہ سے غافل رکھے اور اپنی حالت میں پاک تبدیلی کی طرف توجہ نہ دلائے یہ وہ کاہلی اور سستی ہے کہ بظاہر ایک نیک آدمی کو آپ دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کے اندر وہ پاک تبدیلی نہیں پیدا کرتا۔ اس کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ اس کا عزت اور احترام سے ذکر کرتے ہیں اور یہی کافی ہے کہ آپ یہ مشہور کریں کہ اس کی دعا سے یہ کچھ ہو گیا۔ اب میرے تعلق میں بھی جب آپ یہ مشہور کرتے ہیں کہ اُس کی دعا سے، تو مجھے بڑا ڈر لگتا ہے۔ میں تو ہمیشہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ میری دعا سے اگر کچھ ہوا ہے اور آپ خدا کے قریب نہیں آئے جس نے آپ کو عطا کیا ہے تو آپ کی جہالت ہے اور آپ کی یہ تعریف میرے لئے مذمت ہے اور مجھے خوف دلانے والی ہے، خوشی دلانے والی نہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریروں کو غور سے دیکھیں ”اور اس کو کاہلی کی جرأت نہ دلا دے۔“ جب لوگ ایسے لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالتے ہیں کہ وہ دعا کر دیں گے ہم ٹھیک ہو جائیں گے ان کو لازماً کاہلی کی جرأت ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمارے لئے دعا کرنے والا موجود ہے ہمیں اپنے اعمال کو نیک بنانے کی ضرورت کیا ہے۔ وہ کھلے لفظوں میں کہیں نہ کہیں لیکن ان کی زندگی آپ کو دکھا دے گی وہ تذکرے تو کریں گے کہ فلاں کی دعا سے یہ ہو گیا، فلاں کی دعا سے یہ ہو گیا۔ ہمیں کینیڈا بیٹھے یہ معاملہ حل ہو گیا، فلاں انٹرویو میں کامیاب ہو گئے لیکن اپنے نفس پر غور کریں کیا اللہ کے انٹرویو میں بھی وہ کامیاب ہوئے ہیں کہ نہیں؟ کیا ان کے اندر اللہ کے ان احسانات نے پاک تبدیلی پیدا کی ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں کی تو یہ محض لاف وگزاف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو لاف وگزاف کی زندگی سے نجات بخشے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نیکیوں کی گہرائی میں اُتر کر تعریف فرماتے ہیں اس تعریف کو سمجھ کر اپنے اندر پاک تبدیلی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔